ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE: 2789-8784

ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com

ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.6,Issue No.2(2024)
(April to June)

اسلامی کانفرنس کے پس منظر میں پاکستان کے قومی گیت اور نئے زاویے

Pakistan's National Song and Angle in the Background of the Islamic Conference

ڈاکٹر فرزانہ خدرزئی

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج، جناح ٹاؤن، کوئٹہ

ڈاکٹر کرن داؤد بٹ

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اُردو، سردار بہادر خان ویمنز یونیورسٹی بلوچستان، کوئٹہ

ڈاکٹر لیاقت علی سنی

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ براہوی، بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ

Dr. Farzana Khiderzai
Assistant Professor, Department of Urdu Govt. Girls Degree College Jinnah Town, Quetta
Dr. Kirn Dawood Butt
Assistant Professor, Department of Urdu, SBKWU Balochistan, Quetta
Dr. Liaquat Ali Sani
Associate Professor, Department of Brahvi, University of Balochistan, Quetta

Abstract:
Due to the intervention of the political consequences and external forces,the tragedy was present in the east pakistan .one was a reality of the cabin that now pakistan was still confused,but on the other hand,in international level muslim countries faceing very difficulties.In 1967,Israel had captured the areas of Egypt,Urdan,Syria and Lebanon.Bharat also captured Kashmir,Juna Garha,Haider Abad and Manghrol.In 1967 ,the sorrow of the temple and the mosque of Aqsa were such incidents ,which highlight the passion of unity and unibe in muslims.As the first demonstration of this Islamic unity,a formal organization of muslims,OIC,was established.Its first meeting was held in Rabat,the capital of Morocco in 1969.The first summit conference laid the foundation of the great work in the Rabat,the Lahore conference took it forward.

Keywords: intervention, consequences, muslim countries, ministration, organization, conference, urdu language

پاکستان میں ۱۹۷۱ء میں بھارت اور روس کے گٹھ جوڑ سے مشرقی پاکستان کا سانحہ پیش آیا۔ ان تمام مخالف اسلام طاقتوں کے جارحانہ عزائم کے خلاف تمام اسلامی حکومتوں کے اتحاد و اتفاق کی ضرورت محسوس کی جانے لگی۔ کیوں کہ مسلمان جب تک متحد رہے فتح یابی ان کے قدم چومتی رہی مگر رفتہ رفتہ دشمنوں نے ان کے درمیان میں نفرت، عداوت، تفریق اور تقسیم کا جو بیج بویا اس نے انھیں چھوٹے چھوٹے ملکوں میں بانٹ کر ان کے عظیم قومی حصار کو نقصان پہنچایا۔ جس کی تازہ ترین مثال بھارت کا دشمن کردار اور سانحہ مشرقی پاکستان تھا۔ پاکستان میں یہ سیاسی کش مکش تھی اور اس امر پر کرب کا احساس کہ اب پاکستان آدھا رہ گیا تو دوسری طرف بین الاقوامی سطح پر بھی مسلم ممالک کو بہت سے مسائل درپیش تھے۔ ۱۹۶۷ء میں اسرائیل نے مصر، اردون، شام و لبنان کے علاقوں پر قبضہ

کر لیا ادھر بھارت نے کشمیر، حیدر آباد، جوناگڑھ اور منگرول پر زبردستی قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے علاوہ ایک اور دردناک واقعہ مسلمانوں میں جذبہ اتحاد اور قومی غیرت کو اجاگر کرنے میں معاون ثابت ہوا وہ یہ کہ ۲۱ اگست ۱۹۶۹ع کو ایک آسٹریلوی یہودی نے مسلمانوں کے قبلہ اول مسجد اقصیٰ کو آگ لگا دی۔ اس واقعے سے عالم اسلام میں شدید رنج و غم کی لہر دوڑی۔ ۱۹۶۷ء میں ہونے والی عرب اسرائیل جنگ اور اس کے نتیجے میں بیت المقدس کا سقوط اور ۱۹۶۹ء میں مسجد اقصیٰ کی آتش زدگی ایسے واقعات تھے جس نے مسلمانوں میں تشویش کی لہر دوڑا دی۔ مسلمان یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ ان کی بقا کا راز باہمی اتحاد میں مضمر ہے۔ اس لیے عالمی سطح پر مسلمانوں کے مسائل کے تدارک اور ان کے مذہبی مقامات کی تقدس کے لیے ضروری ہے کہ متحد ہوں۔

اتحاد و اتفاق کا نمونہ بن کر کفار کی سازشوں کا مقابلہ کریں۔ اس اسلامی اتحاد کے پہلے مظاہرے کے طور پر مسلمانوں کی ایک باقاعدہ تنظیم او آئی سی (آرگنائزیشن آف دی اسلامک کانفرنس) قائم ہوئی۔ اس کا پہلا اجلاس ۱۹۶۹ء کو مراکش کے دارلحکومت رباط میں منعقد ہوا۔ یہ وہ تاریخ ہے جب مسلمان قوم نے فلسطینی عوام کے حقوق کی بحالی کے لیے جدوجہد کرنے کا عزم کیا۔ جس میں پچیس اسلامی ممالک کے سربراہوں نے مختلف مسائل پر غور و فکر سے کام لیا جن کا تعلق دینی اداروں اور مقدس مقامات کے تحفظ سے تھا۔ او آئی سی کے قیام کا اہم مقصد اسلامیک جہتی کے علاوہ ایک دوسرے کے اندرونی معاملات میں عدم مداخلت بھی تھا۔ اس تنظیم کی بین الاقوامی سطح پر ایک معتبر مقام اور اہم حیثیت ہے۔ ایک سال کے اندر او آئی سی ایک تنظیم بن گئی جس کی عالمی سطح پر ترقیاتی پر ترقیاتی کوششوں سے اس کے رکن ممالک کی حقیقی ضرورتوں کی تشکیل میں تیزی آئی. اس کے قیام کے بعد اس کے رکن ممالک کے درمیان بات چیت اور مکالموں کے حوالے سے راہ ہموار رہی۔ بین الاقوامی سطح پر مسلمانوں کی یک جہتی اور ان کے درمیان افہام و تفہیم کے لیے ایک پل کی حیثیت رکھتی ہے۔

رباط میں منعقد ہونے والی اس کانفرنس نے مسلمانوں کے درمیان برادرانہ رشتوں کو استوار کرنے، ان میں مضبوط قریبی تعاون و تعلقات بڑھانے اور اسلامی تعلیمات کے مطابق معاشرتی اور اقتصادی اقدار سے مطابقت اور ہم آہنگی کی پالیسی کو اختیار کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ رکن ممالک میں معاشی، سائنسی، ثقافتی شعبوں میں باہمی مدد کے لیے باہمی اتحاد و تعاون کو مضبوط بنانے کے حوالے سے بھی اس تنظیم نے ایک منزل فراہم کرنے کا کام کیا۔ اس پہلی سربراہی کانفرس میں جو مشترکہ اعلانات کیے گئے تھے ان میں اسلامی اتحاد کی بنیاد ڈالی گئی جس کے تحت ایک لائحہ عمل تیار کیا گیا۔ آنے والے ادوار میں او آئی سی کی مضبوطی اور فعالی کے لیے اہم فیصلے ہوئے۔ اس کا مستقل دفتر سعودی عرب کے شہر جدہ میں ہے۔ ہر تین سال کے بعد اس کا اجلاس منعقد ہوتا ہے جس میں اسلامی ممالک کے سربراہان جمع ہوتے ہیں۔ تاہم اگر حالات ہنگامی نوعیت کے ہوں تو تین سال سے قبل بھی اس کا اجلاس کسی بھی وقت بلایا جا سکتا ہے۔ مارچ ۱۹۷۰ع کو سعودی عرب کے شہر جدہ میں اسلامی سکرٹریٹ کا قیام عمل میں آیا۔ جس کے تحت، اسلامی بنک، اسلامی خبر رساں ایجنسی کی تجاویز اور سربراہی کانفرس کے منشور کی منظوری، جہاد فنڈ کا قیام، اسلامی ثقافتی مرکزوں کے قیام کی تجویز کی منظوری، آزادی فلسطین کی حمایت، ان کے حقوق دلانے کے لیے ہر ممکن سیاسی، اخلاقی اور مالی امداد کی تجاویز طے ہوئیں۔ غیر ایٹمی ملکوں کی سلامتی کی ضمانت، اسرئیل کا اقوام متحدہ سے اخراج، رکن ممالک کا اسرائیل سے سیاسی قطع تعلق اور اقوام متحدہ میں اسلامی کانفرنس کو مبصر کی حیثیت دینے کی تجاویز پیش ہوئیں۔ کانفرنس کا ہر تین سال کے بعد اجلاس ہوتا ہے۔ تاہم اگر ہنگامی نوعیت کا کوئی مسئلہ ہو تو اسلامی کانفرنس کا اجلاس کسی بھی وقت بلایا جا سکتا ہے۔

پہلی سربراہی کانفرنس نے رباط میں جس عظیم کام کی طرح ڈالی تھی لاہور کانفرنس نے اسے آگے بڑھایا۔ پاکستان کو اپنی اس سعادت اور اعزاز پر ہمیشہ فخر رہا کہ عالم اسلام کے نمائندوں کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ ۲۲ فروری تا ۲۴ فروری ۱۹۷۴ء کو لاہور میں دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ یہ کانفرنس سعودی عرب کے فرماں رواشاہ فیصل عبدالعزیز اور پاکستان کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی مشترکہ سرپرستی اور کوششوں سے منعقد ہوئی۔ یہ ایک عظیم الشان اجتماع تھا جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ پاکستان کے تاریخی شہر لاہور کو اسلامی سربراہوں کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ ملک کے دوسرے شہروں سے بھی لاکھوں پاکستانی مسلمان سربراہوں کی ایک جھلک دیکھنے لاہور پہنچے۔ اس کانفرنس میں ۳۷ ممالک کے سربراہوں نے شرکت کی۔ کانفرنس کے لیے کی جانے والی تیاریوں اور اس کے انعقاد کے حوالے سے، لاہور اسلامی ملکوں کے سربراہوں کی تاریخی کانفرنس مسلمانوں کے عالم گیر اتحاد واخوت کا مظاہرہ، میں نامعلوم مصنف لکھتے ہیں:

> "تین روزہ اسلامی کانفرنس جس کے لیے، کئی روز پہلے سے تیاریاں شروع کر دی گئیں تھیں، ۲۲ فروری کو بعد نمازِ جمعہ شروع ہوئی۔ اس میں شرکت کے لیے تقریباً تیس ملکوں کے سربراہ پاکستان آئے تھے۔ کانفرنس لاہور کے مشہور اسمبلی ہال میں ہوئی۔ پاکستان بلکہ پورے برّ عظیم کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ ایک وقت میں اتنی بڑی تعداد میں غیر ملکی سربراہ یہاں جمع ہوئے۔ یہ کانفرنس دنیائے اسلام کے عالمگیر اتحاد اور اخوت کی مظہر تھی۔ کئی اسلامی ملکوں کے سربراہ بہ نفسِ نفیس اس میں شامل ہوئے اور بعض ملکوں نے اپنے نمائندے بھیجے۔"(۱)

کانفرنس کے انعقاد کے حوالے سے پاکستان میں خصوصی تیاریاں کی گئیں۔ لاہور کو خصوصی طور پر سجایا گیا۔ اس سلسلے میں خصوصی حفاظتی اقدامات کیے گئے۔ کانفرنس سے قبل سربراہان شاہی مسجد لاہور نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے تشریف گئے تو شاہ فیصل عبدالعزیز، معمر قذافی، یاسر عرفات، ایدی امین کو دیکھ کر لوگوں کی خوشی اور جوش کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ ان روح افزا مناظر کو لوگوں نے پی ٹی وی پر دیکھا۔ ریڈیو پاکستان سے بھی خصوصی نشریات نشر کی گئیں۔ جب مسجد کی طرف مہمانوں کے قافلے دواں ہوئے تو لاہور کی سجی ہوئی سڑکوں کے دونوں اطراف شائقین کی ایک بہت بڑی تعداد نے ان کا استقبال کیا۔ لوگوں کا جوش وخروش اور بے قراری دیکھنے والی تھی۔ جوش وخروش کے باوجود نظم وضبط کا مظاہرہ کیا گیا۔ اخوت، بھائی چارے کی فضا اور نظم وضبط کے اس بھرپور مظاہرے کے حوالے سے جشن اتحادِ اسلام میں محمد افضل تحسین لکھتے ہیں:

> "اتنے بے اندازہ ہجوم کے باوجود نظم وضبط کا ایسا مظاہرہ اس سے پیشتر دیکھنے میں نہیں آیا۔ اخوت اور بھائی چارے کا دائمی جذبہ جو میزبانوں کے دل میں مہمانوں کے بارے میں

موجزن تھا اس کی کیفیت احاطہ تحریر میں نہیں لائی
جاسکتی۔"(۲)

فضا میں نعرہ تکبیر کی گونج، اہلاً سہلاً اور مرحبا کی صداؤں سے مہمانوں کا خیر مقدم کیا جانے لگا۔ کانفرنس ہال، بادشاہی مسجد، شاہی قلعہ، شالامار باغ اور ائرپورٹ آتے جاتے تمام راستوں پر بچوں، بڑوں، جوانوں، خواتین اور بوڑھوں کا جم غفیر تھا، جو سربراہان مملکت کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے بے تاب تھے۔ ان کے دلوں میں اخوت اسلامی اور اخوت و یگانگت کے جذبات ابل رہے تھے۔ محبت اور اخوت کے ان بے ساختہ مظاہروں سے اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ پاکستانی قوم کے دلوں میں دیگر مسلمان حکمرانوں اور بھائیوں کے لیے کتنا بڑا مقام و مرتبہ تھا۔ کانفرنس کا اجلاس پنجاب کی صوبائی اسمبلی کی عمارت میں ہوا۔ لاہور کا اسمبلی ہال کے باہر کانفرنس میں شریک ملکوں کے رنگ برنگے پرچم لہرا رہے تھے۔ کانفرنس کی خاطر صوبائی اسمبلی کا اجلاس غیر معینہ مدت تک ملتوی کیا گیا۔

اسلامی ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس کا انعقاد ایک عظیم اور اہم اجتماع تھا جس میں مسلم ممالک کے حکمرانوں نے جمع ہو کر اپنے اتحاد و متحد ہونے کا اظہار کرنا تھا۔ کانفرنس کے حوالے سے جہاں دیگر نوعیت کی خصوصی تیاریاں کی گئیں وہاں کانفرنس کے منتظمین نے یہ فیصلہ کیا کہ کانفرنس کے لیے ایک گیت بھی تیار ہونا چاہیے چناچہ اس کے لیے ااسلامی ممالک کی ایک سات رکنی ایک کمیٹی بنائی گئی۔ تاکہ کانفرنس میں شریک تمام ممالک اپنی اپنی زبانوں میں گیت تیار کرکے ریکارڈ کریں مگر اس حوالے سے کوئی پیش رفت نہ ہو سکی۔ بعد میں وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی ہدایت پر جمیل الدین عالی نے قومی گیت، قمۃالاسلامیہ لکھا۔ دس ممالک بھی اپنے نغمے لائے تھے مگر یہ گیت کمیٹی میں پیش ہوا اور منظور ہو گیا۔ اس قومی گیت کو مہدی ظہیر نے گایا۔ سہیل رعنا نے دھن تیار کی۔ اس گیت کے حوالے سے سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ اس میں تمام ملت اسلامیہ کو اپنے ملی وجود اور ملی تشخص کو مستحکم کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ ارمغانِ عالی، جمیل الدین عالی فن اور شخصیت (چند پہلو) حصہ نمونہ نظم و نثر میں جمیل الدین عالی کا یہ گیت ص ۵۷۱ پر طبع ہوا ہے۔ اس گیت کے اوپر چند حقائق پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ ترانہ اسلامی ملکوں کے سربراہوں کی اس کانفرنس کے لیے منتخب ہوا تھا جو لاہور میں فروری ۱۹۷۴ء میں منعقد ہوئی۔ اس کے ترجمے پانچ زبانوں میں ہوئے اور گرامفون ریکارڈوں میں لاکر اسلامی ممالک میں تقسیم ہوئے۔ اب بھی جب کہیں سربراہی کانفرنس یا اسلامی وزرائے خارجہ منعقد ہوتی ہے لاہور قرار داد کے مطابق یہ الیکٹرانک میڈیا پر اسلامی ممالک میں نشر کیا جاتا ہے۔"(۳)

اسلامی کانفرنس کے پس منظر میں قومی گیتوں میں تین نئے زاویے اس طور ابھرتے ہیں:

الف۔ عالم اسلام میں اتحاد و یگانگت، قرابت، دوستی، انس و محبت اور نشاطیہ طرز احساس کی ترجمانی

ب۔ پاکستان کے مخصوص سیاسی حالات کی وجہ سے امید پرست جذبات کی نمائندگی

ج۔ امن و امان کی صورت حال اور جذبہ و احساس خوش گوار دوڑتی رو

اُردو کی قومی شاعری میں علامہ اقبال نے مسلمانوں کو اسلامی قومیت کے نظریے پر استوار ہونے کی تلقین کی۔ اپنی شاعری کے توسط سے قومی و ملی تشخص کا احساس دلایا۔ ملتِ اسلامیہ زمان و مکان سے ماورا ملت ہے۔ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے جب پاکستان کے حصول کے لیے جدوجہد کی تھی انہیں ایک علیحدہ ریاست کی ضرورت تھی۔ وہ ایک طرف زمان و مکان سے بلند ہو کر ملت کا حصہ تھے تو دوسری طرف زمان و مکان میں رہتے ہوئے ایک پاکستانی قوم بننے جا رہے تھے۔ اس لیے اس دوران جو گیت تخلیق ہوئے ان میں ایک تو اسلام کی وحدت خیز قوت کا اظہار ہوا دوسرا زمان و مکان کا ایک مخصوص تصور بھی روا رکھا گیا۔ قیام پاکستان کے بعد بھی قومی گیتوں میں اقبال کے اسی فکری نظریے کا کسی نہ کسی زاویے سے سمو کر اس کی تجدید کی گئی۔

قیام پاکستان کے بعد ستر کی دہائی میں جب عالم اسلام لسانی، نسلی، علاقائی، جغرافیائی اور فرقہ وارانہ خانوں میں بٹے تھے، اس دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس کے توسط سے ان مسلمانوں کو نصب العین کی وحدت نے ایک مرتبہ پھر اکٹھا کیا۔ ان متفرق اور منتشر مسلمانوں نے متحد ہو کر ایک قوم کی صورت اختیار کر لی۔ ایسی صورت حال میں کانفرنس کے لیے تخلیق کیا گیا یہ گیت اپنے مزاج اور عقیدے کے اعتبار سے مذہبی حیثیت رکھتا ہے۔ مختلف رنگ و نسل اور مختلف زبان بولنے والے اتحاد کے اس رشتے کے سبب اکٹھے ہو رہے تھے جو ایک اللہ، ایک نبی اور ایک قرآن پر ایمان رکھنے والوں کے درمیان استوار ہوتا ہے۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر اور ہم مصطفوی، مصطفوی، مصطفوی ہیں کی تکرار سب کے دلوں میں ان مصرعوں کی تکرار کی بازگشت لہو بن کر دوڑنے لگی۔ یہ گیت عربی و فارسی زبان کی آمیزش کے باوجود اردو زبان کی مکمل نمائندگی کرتا ہے۔ اس گیت کی تخلیق میں مقصدیت کا غلبہ ہے لیکن فنی ذمہ داریوں کا بھی ہر ممکن اہتمام کیا گیا ہے۔ دینِ مکمل، باطل ارزل، جہدِ مسلسل، وحدت فرقانی، مرحمتِ رحمانی، نعرہ قرآنی جیسے خوش گوار قوافی لگا کر گیت کے حسن میں اضافہ کیا گیا۔ مسلمانوں کو اس گیت کے مطلع میں سعی و تغیر کے ولی کہہ کر اقوام عالم میں ان کی بلند مقام و مرتبے کا تعین کیا ہے۔ جمیل الدین عالی، قَمْثُہ الاسلامیہ میں لکھتے ہیں:

"ہم تا بہ ابد سعی و تغیّر کے ولی ہیں
ہم مصطفویؐ مصطفویؐ مصطفویؐ ہیں
ہم مصطفویؐ ہیں
دین ہمارا دینِ مکمل
استعمار ہے باطل ارزل
خیر ہے جدوجہدِ مسلسل
عند اللہ
عند اللہ
اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر"(۴)

اس گیت کے نئے اسلوب، مخصوص فضا، زبان و بیان کے نئے پن اور تہذیب اسلامی سے وابستگی نے اسے امتیاز بخشا۔ اس میں جمیل الدین عالی نے قریب قریب یکساں الفاظ برت کر حسن پیدا کرنے کی سعی کی جس میں وہ مکمل کامیاب رہے۔ ہم مصطفویؐ، عند اللہ، اللہ اکبر کی تکرار کے ذریعے صوتی آہنگ کے ذریعے موسیقی اور ترنم پیدا کیا گیا۔ مناسب آوازوں کے ذریعے الفاظ کے استعمال اور ان کے اتار چڑھاؤ سے نہ صرف موسیقی پیدا کی گئی بل کہ سیدھے سادے جذبات، نئے عزم اور ولولے کو سامنے لا کر

اپنے مقصد کو کامیابی سے حاصل کیا گیا۔ یہ الفاظ بھاری بھر کم ہونے کے باوجود گیت کی فضا کو بوجھل نہیں بناتے بل کہ روانی پیدا کرنے میں معاون بنتے ہیں۔ اردو، عربی اور فارسی الفاظ کا خوبصورت اور دل کش امتزاج پیش کر کے اسے حسن عطا کیا۔ وہ اس گیت میں استعمال ہونے والے الفاظ کی روح اور مزاج سے واقف تھے۔ اس لیے ان الفاظ کے توسط سے امت مسلمہ کے اجتماعی جذبات و احساسات اور خیالات کی ترجمانی کی گئی۔ اس کے الفاظ ان شدید جذبات کا براہ راست اظہار ہیں جو امت مسلمہ کے دلوں میں موجزن ہیں۔ اسلامی تعلیمات نے بارہا باہمی محبت و شفقت اور مساوات کا درس دیا اور باور کیا کہ انسانیت ایک وحدت ہے۔ اتحاد و یگانگت اور اخلاق انسانیت کا اہم جز ہے۔ اس گیت میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور اللہ تعالی کی بڑائی و کبریائی کا اعتراف کر کے عالم اسلام میں اتحاد، یگانگت اور محبت کے قوی، لازوال اور ہمہ گیر جذبوں کو شاعرانہ اظہار کی صورت میں سامنے لایا گیا۔ ان سب الفاظ کے پیچھے امت مسلمہ کی اخلاقی اور اصلاحی تربیت کا جذبہ پوشیدہ ہے۔

یہ گیت صرف پاکستان میں ہی نہیں بل کہ پاکستان سے باہر بھی حد درجہ مقبول ہوا۔ ایک زمانے تک یہ مختلف سرکاری تقاریب، اہم موقعوں پر ریڈیو، ٹیلی ویژن سے نشر کیا جاتا، بل کہ تعلیمی اداروں میں بھی اسے اہم حیثیت حاصل تھی۔ یوم پاکستان، ۱۴ اگست کی تقاریب، یوم دفاع اور اس نوعیت کی دیگر قومی تقاریب میں لازمی بجایا جاتا۔ اس گیت میں جمیل الدین عالی نے اسلامی ممالک کے سربراہوں کے توسط سے یہ پیغام دیا کہ ہم سب مسلمان حضرت محمد مصطفی ﷺ کے حوالے سے مصطفوی ہیں۔ ہمارا دین اسلام ہے، جو مکمل دین ہے۔ ہم ہمیشہ سے مسلسل کوشش اور جدوجہد میں مصروف عمل رہے ہیں۔ کفار ہمارے ازلی دشمن ہیں مگر ہم مضبوط مرکز سے جڑے ہیں ہمارا نعرہ قرآنی اللہ اکبر، اللہ اکبر ہے۔ اس فکری امتیاز اور منفرد فنی لوازمات کی وجہ سے یہ گیت تاریخ کا ایک سنہرا باب رقم کر گیا۔

۱۹۷۴ء کی دوسری سربراہی اسلامی کانفرنس کے دوران تخلیق کیے جانے والے گیت میں اس پہلو کو بطور خاص مد نظر رکھا گیا۔ یہاں جذبوں کے اظہار کے لیے جن حروف و الفاظ انتخاب کیا جائے وہ امتِ مسلمہ کے جذبوں کے عین مطابق ہوں۔ اسلامی کانفرنس اور موقع محل کی مناسبت سے، ماحول کے مطابق ایک مخصوص فضا فراہم کی گئی۔ جس میں عالم اسلام کے اجتماعی مزاج کی عکاسی کی گئی۔ اس گیت کے مضامین و اسالیب اور لفظیات میں قرآنی اندازِ کلام کی جھلک نظر آتی ہے۔ غنائی اور بیانیہ کیفیت کے حامل اس گیت کے بیشتر الفاظ عربی سے ماخوذ ہیں۔ اس کے توسط سے اسلامی تہذیب کے احیا کے حوالوں سے انفرادیت کا اظہار کیا گیا۔ حق و باطل کی آویزش میں اسلامی ممالک کو نئی ہولناکیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ایسے میں نہ صرف یہ کانفرنس دنیائے اسلام میں نیا حوصلہ، نئی قوت اور امنگ فراہم کرنے کا محرک بنتی ہے۔ اسلامی اتحاد و یگانگت روشنی کی کرن بن کر دلوں میں نئے جذبے اور ولولے سے جاگزیں ہو جاتی ہے۔ جمیل الدین عالی کے تخلیق کردہ اس گیت سے اسلامی تہذیب کی عظمت، شان و شوکت کا ذکر اپنے عصری مسائل کے شعور اور اپنے تشخص کو متعین کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ مصطفویؐ، عند اللہ، اللہ اکبر، سبحان اللہ، وحدت فرقانی، مرحمتِ رحمانی، نعرہ قرآنی، باطل ارزل، دادِ شجاعت جیسی اس کی علامات و تراکیب، قرآنی لفظیات اور اسلامی تمدن سے مستعار ہیں۔ جن کی تخلیق میں مسلم ثقافت کی جلوہ گری دکھائی دیتی ہے۔ ملت اسلامیہ کو امن و امان کے حوالے سے نئے عزم اور مضبوط ارادوں کو عمل میں لانا تھا۔ اس لیے اس گیت کے مزاج میں بھی پاکستان کی جغرافیائی سطح یا کسی ایک اسلامی ملک کی حدود و قیود کی بہ جاے عالمی سطح پر ملت اسلامیہ کے مزاج سے ہم کنار کیا گیا۔ اس کے اندازِ فکر، اندازِ بیان اور نفس مضمون کے حوالے سے مسرت اور شادمانی کا تاثر ابھرتا ہے۔ اس حوالے سے قمّثہ الاسلامیہ میں جمیل الدین عالی لکھتے ہیں:

"امن کی دعوت کل عالم میں مسلک عام ہمارا
دادِ شجاعت دورِ ستم میں یہ بھی کام ہمارا
حق آئے باطل مٹ جائے یہ پیغام ہمارا
اللہ اکبر' اللہ اکبر۔ اللہ اکبر' اللہ اکبر"(۵)

۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک کا زمانہ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے لیے سیاسی، اقتصادی، معاشی اور معاشرتی طور پر اضطراب اور بے قراری کا زمانہ تھا۔ اس لیے اس دور کی قومی شاعری اور بعد ازاں تحریک پاکستان کے لیے تخلیق کیے جانے والے قومی گیتوں میں اللہ اور رسول سے وابستگی، جذبہ ایمانی اور جوشِ عزیمت کی صورت میں مدد و معاون رہی۔ ان ادوار میں تخلیق کی جانے والی قومی شاعری اور قومی گیتوں میں مماثلت کا پہلو اس طرح نکلتا ہے کہ ان دونوں ادوار میں قومی و ملی شاعری اور گیتوں کا محور و مرکز اللہ اور اللہ کے حبیب حضرت محمد ﷺ قرار پاتے ہیں۔ فرق یہ کہ ۱۸۵۷ع سے لے کر ۱۹۴۰ع تک کی شاعری میں اضطراب، بے قراری، شکوہ و شکایت، امت مسلمہ کی کسمپرسی، نالہ و فریاد کے ساتھ ان کی پستی و غفلت کو فکری روش میں ڈھالا گیا۔ جب کہ ۱۹۴۰ع سے لے کر قیام پاکستان تک اور اسلامی کانفرنس کے پس منظر میں ابھرنے والے قومی گیتوں میں عزم و ہمت، جوش و جذبے اور ولولے کے رنگوں کو ابھارا گیا۔ اللہ کی معبودیت، کبریائی کا اعتراف اور رسول ﷺ کا حوالہ قومی گیتوں میں تقریباً لازم و ملزوم قرار پائے۔ رسول ﷺ کی ذات مقدس کو ملت اسلامیہ کے اتحاد و یگانت کا سب سے بڑا اور اہم ذریعہ قرار دیا گیا۔ اس طرح قومی و ملی، حمدیہ اور نعتیہ عناصر کی آمیزش سے ایک نیا اسلوب ابھرا۔ اسلامی تاریخ کے سنہرے واقعات کو نمونہ اور مثال بنا کر طرح طرح سے رقم کیا گیا۔ اسلامی تلمیحات اور مثالی کرداروں کے توسط سے اپنے وطن اور قوم کو ان سانچوں میں ڈھالنے کی سعی کی گئی۔ اس نوعیت کے طرز احساس کی نمائندگی سے قومی گیت توحید کے مرکز سے وابستگی رکھتے ہوئے رسالت کے احکام و تعلیمات کی ترویج و اشاعت اور مسلمانوں میں جوش، جذبہ، ولولہ اور امنگ پیدا کرنے کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ ملت کا اجتماعی تصور ان دونوں ادوار میں تخلیق کیے جانے والے گیتوں میں زمان و مکان کے فرق کے ساتھ ملتا ہے۔ اس کی مثال اس قومی گیت کے توسط سے با آسانی دی جاسکتی ہے جو تحریک پاکستان کے دوران تخلیق کیا گیا۔ سید شبیر بخاری کے گیت، تصویر عظمت، سے اقتباس ہے:

"ملت کے مقدر کی تعمیر ہے پاکستان
اسلاف کی عظمت کی تصویر ہے پاکستان
اُبھرا ہے افق سے پھر خورشید صداقت کا
ظلماتِ تعصب میں تنویر ہے پاکستان"(۶)

تحریک پاکستان کے دوران جو قومی گیت تخلیق کیے گئے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے قومی مسائل تک خود کو محدود رکھ کر ایک مخصوص خطے کے مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اس دور میں قومی گیتوں میں جہاں جہاں ملت کو تصور ملتا ہے اس سے مراد برصغیر پاک و ہند کے مسلمان ہیں اور جب بھی ان کے اتحاد و اتفاق کو موضوع بنایا گیا تو ایک مخصوص خطے کے مسلمانوں کو تصور میں رکھا گیا۔ میاں بشیر احمد، لے کے رہیں گے پاکستان میں اخوت و اتحاد کی آرزو کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"عالمگیر اخوت ہو　　سب کو سب سے محبت ہو
نیکی اپنی دولت ہو　　خدمت اپنی خصلت ہو

دل کی راحت پاکستان
لے کے رہیں گے پاکستان"(۷)

اکتوبر ۱۹۴۷ع میں قائداعظم کے لاہور آمد پر یونیورسٹی میدان کے جلسہ میں حفیظ جالندھری کا گیت، اے قائداعظم پڑھ کر سنایا گیا۔

یہاں بھی ملت کا تصور ایک مخصوص خطے اور سرزمین سے وابستہ ہے:

"یہ ملت جس کو تُو نے خود ہی پستی سے ابھارا ہے
خدا و مصطفی کے بعد تُو جس کا سہارا ہے
یہ بندے دشمنوں کے سب مظالم جھیلتے نکلے
یہ پاکستان کی جانب قضا سے کھیلتے نکلے"(۸)

معمارِ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح، امیر کارواں، میر کارواں اور قوم کے رہبر کے مقام پر فائز ہیں جن کی بہ دولت اسلامی سیاست کا سر بلند ہوا۔ انہیں ملت کا پاسباں ہیں محمد علی جناح تو کبھی ملت ہے فوج، فوج کا سردار ہے جناح، قائد ملت محمد علی، کہہ کر خراج تحسین پیش کیا گیا۔ جب بھی مسلم لیگ کے اجلاس منعقد ہوتے یا اس جماعت میں شمولیت کی دعوت دی جاتی، اس تناظر میں جو بھی گیت تخلیق ہوتے ان میں دین اسلام سے مسلمانوں کی وابستگی کو لازم و ملزوم قرار دئے کر شاعر اپنا مقصد بیان کرتا۔ اس حوالے سے احمد خان احمد بنگلور، قومی گیت، مسلم لیگ میں کہتے ہیں:

"گر ہے افغانی کوئی، بخدی ہے تورانی کوئی　　بدو ہے عجمی ہے یمنی اور مکرانی کوئی
کوئی مصری اور ترکی اور ہمدانی کوئی　کوئی ہندوستان کا ہے اور ایرانی کوئی
سب کا آقا ہے محمدؐ اس کی ملت لیگ ہے
کلمہ توحید کی سرمایہ الفت لیگ ہے"(۹)

ملت اسلامیہ کی قومیت کی بنیاد کلمہ توحید پر ہے اور جو شخص توحید کا قائل ہے وہ حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی اور رسول تسلیم کرتا ہے۔ ہر مسلمان خواہ وہ کسی رنگ و نسل زبان و ثقافت اور خطہ ارض سے تعلق رکھتا ہو اس کی بنیاد توحید کے بنیادی عقیدے سے جڑی ہے۔ توحید کا بنیادی عقیدہ مسلمانوں کے تمام چھوٹے اور بڑے اختلافات کو دور کر کے انہیں اخوت و مساوات کی بنیادوں پر متحد و منظم کرتا ہے یہ تصور مسلمانوں میں ایک انتہائی مضبوط و مستحکم، شان دار اور ناقابل تقسیم وحدت پیدا کرتا ہے۔ اس گیت میں بھی مختلف اسلامی اقوام کا حوالہ دے کر دراصل برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں میں ایک الگ خطے کے حصول کے لیے تحاد و اتفاق پیدا کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ مسلم لیگ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی سیاسی تحریک تھی۔ اس گیت میں سیاسی و مذہبی یعنی قومی و ملی رنگ چھایا ہوا ہے۔ ہندوستان میں مختلف اقوام آباد تھیں مگر بہ حیثیت مسلمان سب ایک قوم تھے۔ شاعر نے اگرچہ افغانی، بخدی، تورانی، بدو، عجمی، یمنی، مکرانی، مصری، ترکی، ہمدانی، ایرانی، ترکی اور ہندوستانی تمام مسلم اقوام کو مخاطب کیا ہے مگر دراصل ان تمام مسلم ممالک کے افراد جو ہندوستان میں صدیوں سے آباد ہیں اور یہاں کے ہی ہو کر رہ گئے ان سب کا تعلق حضرت محمد ﷺ سے ہے اور سب کی ملت مسلم لیگ کو قرار دیا گیا جو ایک مخصوص خطے کے مسلمانوں کی سیاسی جماعت ہے۔ اس دور میں تخلیق کیے

جانے والے گیتوں میں کفر و اسلام کے معرکوں کے پس منظر میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی سیاسی کش مکش کو مد نظر رکھا جاتا۔ قیام پاکستان کے بعد کفر و باطل کے معرکے بھارت جنگوں اور تنازعات کے حوالے سے فکری روش کا حصہ بنتے۔

جب کہ اسلامی کانفرنس کے پس منظر میں قومی گیتوں میں نہ صرف پاکستان کے بل کہ ملت اسلامیہ کے اتحاد و اتفاق اور یگانگت کو فکری روش کا حصہ بنایا گیا۔ یہ گیت عالم اسلام کے اہم مسائل و مصائب کی بھی نمائندگی کرتے ہیں۔ تعبیر (قومی و ملی منظومات) میں طلوعِ فجر کے عنوان سے ۱۹۷۴ء میں منعقد ہونے والی دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس کے موقع پر حفیظ تائب کا لکھا گیت ، طلوع فجر، جس میں وہ کانفرنس میں شریک مہمانوں کو خوش آمدید کہتے ہوئے ان کا استقبال ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"کارپردازانِ دینِ مصطفیٰ خوش آمدید
اے نقیبانِ صفا اہلاً وسہلاً مرحبا
قائدینِ ملّتِ اسلامیہ خوش آمدید
وارثانِ اولیا اہلاً وسہلاً مرحبا
ہر جگہ، ہر آن، ہر صورت تمھارے ساتھ ہے
فضلِ ربِ دوسرا، اہلاً وسہلاً مرحبا"(۱۰)

یہاں جذبات و تاثرات کو اس طرح پیش کیا گیا کہ ان میں دل کشی پیدا ہو گئی۔ ان میں اردو کے ساتھ عربی کے الفاظ اس طرح شیر و شکر ہوئے کہ بوجھل پن کا احساس نہیں ہوتا۔ اسلامی کانفرنس کے تناظر میں گیت سادہ اور مختصر ہیں۔ احساس کی نرمی گیتوں کو اور پر اثر کر دیتی ہے۔ اسلامی ممالک کے روبرو پیش ہونے والے گیتوں میں اسلامی افکار کو مختصر کر کے گیتوں کے پیرائے میں پیش کرنا یقیناً اتنا سہل نہیں ہے تاہم گیت نگار شعرا نے اس ذمہ داری کو بہ حسن و خوبی انجام دیا ان گیتوں کے توسط سے مسلمانوں میں اخلاقی روایات و اقدار کی پاس داری کا فریضہ انجام دیا گیا۔ اس حوالے سے کانفرنس کے لیے جمیل الدین عالی کا تخلیق کردہ گیت امت مسلمہ کے افکار و اعمال کی اصلاح، امن و آسودگی اور فلاح و نجات کے تمام اصول و خطوط کو نظر میں رکھتے ہوئے تخلیق کیا گیا۔ اس کے توسط سے عصری مسائل و معاملات اور امت مسلمہ کے اجتماعی احوال کی آئینہ داری ہوئی۔ مصطفوی، عند اللہ، اللہ اکبر جیسے قرآنی الفاظ برتنے سے جہاں اس نوعیت کے الفاظ برتنے کا میلان و رجحان عام ہوا وہاں اللہ اور رسول کے حوالوں سے ایک مخصوص ماحول اور فضا کے تقدس و تبرکات کو اجاگر کرنے کی سعی بھی کی گئی۔ محبتِ مصطفوی کے ساتھ امت مسلمہ کو منسلک کرنے سے ایک نکتہ یہ بھی ابھرا کہ امت مسلمہ اسی سانچے میں ڈھل کر اقوام عالم کے سامنے وحدت میں ڈھل کر آئی۔

اس سے اس حقیقت کو بھی سامنے لایا گیا کہ اس سانچے میں ڈھال کر ہی ملت اسلامیہ میں روحِ اجتماعیت کو بے دار کیا جا سکتا ہے۔ اللہ اور رسول کے حوالے سے فکری اور عملی مرکزیت پیدا کی جا سکتی ہے۔ امت مسلمہ کی مرکز توحید و رسالت سے ان کی وابستگی کم زور پڑنے کی صورت میں انہیں سیاسی، معاشرتی، معاشی و اقتصادی مسائل درپیش ہیں۔ ہم مصفوی کے الفاظ اسی محبت و عقیدت کا اظہار کرتے ہیں، جو ملت کے ہر فرد کے وجود رگ و ریشے میں سرائیت کیے ہوئے ہے۔ آپ ﷺ کی ذات سے وابستگی ہر عہد میں مسلمانوں کے لیے ذہنی و قلبی ضرورت ہے۔ آپ ﷺ کی ذات پاک کے وسیلے سے ہی وحدت کے پیغام کی ترسیل و ابلاغ کا کام کیا گیا۔ ملت اسلامیہ میں اس طرز طریقہ سے قومی و ملی اجتماعیت کا احساس جگایا گیا۔ اس طرز طریقہ سے آپ ﷺ سے وابستگی کا اظہار کثرت سے کیا جانے لگا۔ آپ کی ذات اقدس اور سیرت پاک کے ذکر و بیاں پر خصوصی توجہ دی گئی۔ رہبر انسانیت کی سیرت کے

مختلف حوالوں کو ملت کے سامنے لا کر تربیت کی گئی۔ اس نوع کے تحت تخلیق کیے جانے گیتوں میں اللہ اور رسول کی محبت امت مسلمہ کے لیے اساسی ضرورت قرار پاتی ہے اور ان کے توسط سے عالم اسلام کو اتحاد، ارتباط اور وحدت سے روشناس کیا گیا۔

کانفرنس کے توسط سے اتحاد عالم اسلام کا دیرینہ خواب شرمندہ تعبیر ہوتا نظر آیا۔ اس لیے شعرا بھی اس کانفرنس میں تن من سے شریک رہے۔ اس تاریخ ساز موقع پر شعرا نے اپنے اپنے احساسات کو خوبصورت الفاظ میں ڈھالا۔ تعمیر وطن سے لے کر اسلامی کانفرنس اور بعد کے تمام سیاسی و قومی معاملات میں شعرا نے عوام کے دلوں کو گرمانے میں اپنا کردار ادا کیا۔ رفتہ رفتہ اس نئے ابھرنے والے اسلوب کے اثرات گیتوں پر اثرات پڑنے لگے۔ بعد میں دیگر شعرا نے بھی اس روش کو اپنا لیا اور اس طرح قومی گیتوں میں یہ موضوع رواج پا گیا۔ اس نوع کے موضوعات نے قومی گیتوں کو نت نئے رنگوں سے آشنا کیا۔ یہ گیت پڑھنے اور سننے والوں کو نت نئی جہتوں اور سمتوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے قومی و ملکی زندگی کے محدود دائرے کو وسیع تر کرتے ہیں۔

صرف پاکستان کے ہی نہیں بل بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے سیاسی مسائل، کشمیر، فلسطین، افغانستان، چیچنیا، بوسنیا، عراق تک کا احاطہ کرتے ہیں۔ اگرچہ مسئلہ کشمیر، فلسطین اور افغانستان کے مسائل کو شعرا نے ہر دور میں شاعری کا حصہ بنایا مگر دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس کے تناظر میں ابھرنے والی اس نئی صورت حال نے قومی گیتوں کے موضوعات و مضامین اور اسالیب کو تنوع دیا۔ اس طرح ان گیتوں میں علامہ اقبال کے فکری اور شعری لہجے کا وہ منفرد عکس بھی جھلکنے لگا جو امت مسلمہ کے حوالے سے ان کی شاعری کا خصوصی رنگ ہے۔ اسلامی کانفرنس کے پس منظر میں تخلیق کیے جانے والے گیتوں میں معنوی جمالیات اور فکری و جذباتی محاسن بہ کثرت دکھائی دیتے ہیں۔ یہ گیت شخصی جذبات وواردات کا اظہار ہی نہیں بل کہ ملت اسلامیہ کی اجتماعی حالت و کیفیت کا منظر نامہ بھی ہیں۔ ان کے توسط سے افکار و اعمال کی تربیت کا کام بھی لیا گیا ہے۔ اسلامی کانفرنس کے حوالے سے مذہبی روایت سے وابستگی اور عصر حاضر جدید کا تناظر ان گیتوں کو عظمت و رفعت سے ہم کنار کرتا ہے۔ تاہم جمیل الدین عالی کا گیت جو اسلامی کانفرنس کے انعقاد کے حوالے سے خصوصی طور پر تیار کیا گیا۔ اس گیت نے زندگی کے تمام شعبوں اور افراد کے سبھی طبقوں پر گہرے اثرات ثبت کیے۔ آنے والے ادوار میں اس طرز احساس اور روایت پر چلنے کی سعی کی گئی۔ اس تناظر میں قومی گیتوں میں اسلامی روایات کے ساتھ ساتھ حالات حاضرہ کا رچاؤ بھی جھلکنے لگا۔ اس طرز روایت پر چلتے ہوئے مظفر وارثی، اسلامی کانفرنس، میں ملت اسلامیہ کے بنیادی اساس کی طرف توجہ دلاتے ہوئے اتحاد و یگانگت کی اس نئی خوش گوار فضا کے حوالے سے کہتے ہیں:

"اخوتِ دیں کے گیت گاتے مسافرانِ حرم چلے ہیں
چراغِ اسلام تیز جھونکوں میں جگمگانے کو ہم چلے ہیں
خدا کے ملکوں کی سرحدوں کا ملاپ، لشکر بنا ہوا ہے
الگ الگ ندیوں کا پانی اب اِک سمندر بنا ہوا ہے
سنا رہی ہے ہر آنے والی گھڑی نویدِ ثبات ہم کو
ہمارے اسلاف کی زمینوں میں بو رہی ہے حیات ہم کو"(۱۱)

اسلامی کانفرنس کے پس منظر میں تخلیق کردہ قومی گیتوں میں دین اسلام سے روحانی وابستگی کا احساس ملتا ہے۔ ان گیتوں کے موضوعات بھی ملتے جلتے ہیں۔ اظہار میں جذبے کی شدت، خوبصورتی اور شائستگی بھی نمایاں ہوتی ہے۔ یہ گیت عالم اسلام کو محبت، اخوت، رواداری و یگانگت کی بنیاد پر جہانِ نو تعمیر کرنے کے لیے ایک نئے جذبے پر اکساتے ہیں۔

حق و باطل کی آویزش سے اسلامی دنیا میں اتحاد و یگانگت کا جذبہ پھوٹا۔ قوتِ ایمانی سے سرشار ہو کر، استعماری قوتوں کے سامنے سر تسلیم خم نہ کرنا، ان استعماری اور استحصالی قوتوں کے استبداد سے نجات اسلام کی بہ دولت مل سکتی ہے۔ وسیع تر اسلامی ملت کے تصور سے مزین کانفرنس کے ساتھ اس گیت میں بھی یہی فلسفہ کارفرما دکھائی دیا اس لیے اس گیت میں دینِ مکمل، باطلِ ارزل، سعی و تغیر کے ولی جیسی اسلامی تراکیب و اصطلاحات وضع کی گئیں۔ اگرچہ تحریک پاکستان کی جدوجہد سے لے کر قیام پاکستان تک اور قیام پاکستان کے بعد بھی قومی گیت اسلامی تہذیب و تمدن، خالص مذہبی، اخلاقی اقدار سے قریب رہے۔ تاہم پاکستان میں اسلامی کانفرنس کے انعقاد کے بعد قومی گیت ایک نئے شعری اور لسانی اسالیب کی نمائندگی کرتے ہیں۔ کفر و الحاد کے درمیان تصادم سے یہ گیت ایک مخصوص مذہبی عقیدے اور سیاسی نظریے سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔ ان کی تاریخ صرف پاکستان کو ہی نہیں بل کہ پورے عالم اسلام کے مسائل کو سمیٹ کر ایک خاص پہچان بنا لیتے ہیں۔ وحدت اسلامی، یگانگت، دوستی، انس و محبت اور اس نوعیت کے رجحانات سے وابستگی انہیں جدید اور منفرد راستے کے تعین میں مدد دیتے ہیں۔ مغربی طاقتوں کے عالم اسلام کی تباہی و بربادی سے دنیائے اسلام کے مایوس مسلمانوں میں اتحاد و یک جہتی کا ماحول پیدا ہوا۔ پامالی حقوق پر برہمی، حوصلہ شکنی پر یقین و اعتماد کی خوش گوار فضا سامنے آئی۔ عالم اسلام کو اقتصادی، سیاسی اور معاشرتی مسائل درپیش تھے۔ مسلمان ایک مضبوط سیاسی اور اقتصادی قوت بن کر آئے۔ امن اور خیر سگالی کی فضا میسر آنے سے مغربی طاقتوں پر ان کی ایک دھاک بیٹھ گئی۔

اس نئی خوش گوار صورت حال کے حوالے سے پاکستانی قوم کے دلوں میں امیدوں کے چراغ جل اٹھے۔ امت مسلمہ کے اتحاد اور یگانگت کے حوالے سے ان گیتوں میں امید پرست جذبات کی ترجمانی ہونے لگی۔ اسلامی کانفرنس کی کامیابی نے قوم کو امید کی ایک نئی راہ دکھائی۔ صرف جمیل الدین عالی، قِبْلَۃُ الاسلامیہ ہی میں نہیں بل کہ اسلامی کانفرنس کے تناظر میں لکھے گیتوں میں ایک خاص والہانہ پن نظر آتا ہے کہ اس وقت کس قدر مسرت پورے ملک میں پھیلی ہوئی تھی۔ مسرت کی یہ لے اور نشاطیہ انداز آج بھی اس نوعیت کے گیتوں کا حصہ ہے۔ عالمی اسلامی کانفرنس ۱۹۹۷ء کے موقع پر لکھا حفیظ تائب کا گیت، نام لیوا رسولِ رحمتؐ کے، میں ایسی ہی سرشاری دیکھنے کو ملتی ہے:-

"چھائیں گے خیر کی دھنک بن کر
ہم چمن زار ہیں محبت کے
عہدِ فردا ہمارے ہاتھ میں ہے
آشنا ہیں ہنر کے حکمت کے
خاتم المرسلینؐ کے پیرو ہیں
ہم امیں ہیں پیامِ وحدت کے" (۱۲)

اسلامی ممالک کی سربلندی، دنیا بھر کے مسلمانوں کا اتحاد و اتفاق اسلامی کانفرنس کے پس منظر میں لکھے گئے تمام گیتوں میں دکھائی دیتا ہے۔ حسن کمال اکبر کا لکھا ہو یہ گیت، اک رشتہ وفا نے، جو اسلامی سربراہی کانفرنس اسلام آباد ۱۹۹۷ء کے موقع پر پاکستان ٹیلی ویژن سے نشر کیا گیا۔ اس کو گیت کو عظمیٰ شاہ، خلیل حیدر اور شکیلہ خراسانی نے گایا۔ موسیقار ارشد محمد تھے، جب کہ یہ گیت ساحرہ کاظمی نے پروڈیوس کیا۔

عزم و عمل کا جذبہ بے دار ہو دلوں میں

"عزم و عمل کا جذبہ بیدار ہو دلوں میں
انداز قربتوں کا پیدا ہو فاصلوں میں
ہو جائے سربلندی حاصل ہمیں دوبارا
اِک 'نام اِک نام' اِک نام ہے ہمارا"(۱۳)

(کمال، حسن اکبر، ۱۹۹۹ء، خوشبو جیسی بات کرو، ص۱۹)

اتحاد و اتفاق اور امن و امان کی صورت حال کے حوالے سے اس حقیقت کا ادارک خصوصی طور پر دکھائی دیا کہ امت مسلمہ کے مد مقابل صرف کفر و الحاد کی قوتیں ہیں۔ پاکستانی، بنگلہ دیشی، مصری، سعودی، لبنانی یا کسی اور ملک کی تشخص کو اساس حیات قرار دینے کی بہ جائے اسلامی تشخص کو اساسِ حیات قرار دیا گیا۔ امتِ مسلمہ کی ہیت اجتماعی کا کوئی حصہ بھی عربی، ایرانی اور افغانی قومیت میں جذب ہو سکتا ہے، مشرقی پاکستان الگ ہو کر بنگلہ دیش بن سکتا ہے مگر تمام سیاسی و جغرافیائی اختلاف کے باوجود اپنی تہذیبی روایات، تمدنی اقدار اور ملی حیثیت کی بنا پر ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتا۔ اسی منفرد تشخص کے اساس کی بنا پر کانفرنس میں بنگلہ دیش نے تو شرکت کی مگر ہندوستان یا کوئی دوسرا غیر اسلامی ملک کی شرکت کو قبول نہیں کیا گیا۔

اس کی واضح مثال تاریخ پاکستان ۱۹۴۷ء تا حال میں، ص ۱۲۱ پر زاہد حسین، صدر یحیٰ اور دنیائے اسلام سے تعلقات میں لکھتے ہیں کہ رباط میں منعقد پہلی اسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت کے لیے بھارتی وزیر محنت مسٹر فخر الدین علی احمد کی قیادت میں رباط پہنچا۔ وفد میں نائب وزیر خارجہ مسٹر سریندر پال سنگھ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر علیم اور کمیونسٹ لیڈر مسٹر علی ظفر اور مراکش میں بھارت کے سفیر مسٹر گوربچن سنگھ شامل تھے۔ گویا یہ وفد دو سکھوں اور تین مسلمانوں پر مشتمل تھا۔ بھارتی وفد کی کانفرنس میں شرکت کے خلاف احتجاج کے طور پر صدر یحی خان واک آؤٹ کر گئے ان سے جب شاہ فیصل، شاہ حسن، شاہ حسین نے واک آؤٹ نہ کرنے کی درخواست کی تو انہوں نے کہا کہ کشمیر میں بھارت اور مشرق وسطی میں اسرائیل کی پالیسی میں کوئی فرق نہیں۔ نیز اس وقت بھی بھارت میں مسلمانوں کا قتل عام جاری ہے۔ ان حالات میں بھارتی وفد کی موجودگی میں کانفرنس میں شرکت نہیں ہو سکتی۔ حالاں کہ کانفرنس نے اجلاس سے قبل یہ یقین دلایا کہ بھارت کے چھ کروڑ مسلمانوں کی طرف سے مسلمانوں کا نمائندہ وفد شرکت کرے گا۔ صدر یحیٰ کے اس احتجاج کے بعد بھارتی وفد کو رباط کانفرنس میں شرکت سے نہ صرف روک دیا گیا بل کہ مراکش حکومت نے مراکش میں مقیم بھارتی سفیر گورچن سنگھ کو بھی ناپسندیدہ قرار دے دیا۔ کانفرنس میں بھارت کی شرکت اسلامی حمیت و غیرت کے منافی تھی۔

کانفرنس کے توسط سے تمام اسلامی ملکوں کے سربراہوں کو ایک جگہ اکٹھے بیٹھ کر ایک مشترک لائحہ عمل اور مستقبل کے پروگرام تیار کرنے کا موقع فراہم ہوا۔ سربراہان نے مملکت نے اسلام دشمنی پر مبنی مغربی پالیسیوں کی مذمت کی۔ مسلمانوں کی اقتصادی و معاشرتی ترقی و خوش حالی کی ضرورت پر بھی زور دیا گیا۔ مسلمانوں میں غربت، جہالت اور بیماری کو ختم کرنے کے لیے عملی اقدامات کے فیصلے بھی کیے گئے۔ مختلف ممالک کے سربراہوں کی جانب سے پاکستان کو اسلام کا حصار قرار دیا گیا۔ پاکستان کے تحفظ کا مطلب اسلام پرچم کو سربلند رکھنا ہے۔ یہ کانفرنس پاکستان کے سیاسی سفر میں اس لیے بھی خصوصی اہمیت کی حامل ہے کیوں کہ اس کانفرنس میں کا حتمی نتیجہ بنگلہ دیش کے ساتھ صلح صفائی کی صورت میں آیا۔ کانفرنس کے موقع پر پاکستان نے بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کا اعلان بھی کیا۔ اس اعلان کے بعد بنگلہ دیش کے سربراہ نے بھی شرکت کی۔ کانفرنس میں بنگلہ دیش کی شرکت سے پاکستان اور بنگلہ دیش کے

مابین اختلافات کی فضا کسی حد تک کم ہوئی۔ تہذیبی، نسلی، لسانی اور جغرافیائی نوعیت کے اختلافات کو بھلا کر اتحاد و یگانگت کی نئی فضا قائم ہوئی۔ لاہور کی اسلامی سربراہی کانفرنس کے مقاصد نہ صرف پاکستان کے لیے بل کہ عالم اسلام کے لیے بہت اہم تھے۔ یہ کانفرنس مسلم ملکوں کو یک جا کرنے اور عالم اسلام کی سالمیت کے حوالے سے بہت اہم تھی۔ سانحہ مشرقی پاکستان کے بعد اسلامی کانفرنس کے لاہور میں انعقاد نے ملک کو از سر نو جوڑنے، ہمت، نیا حوصلہ، امنگ اور ولولہ ابھارنے میں اہم کردار ادا کیا۔ قوم اس یک جہتی کے بعد ملک کو مستحکم کرنے کے لیے ایک مرتبہ پھر سے کوشاں ہو گئی۔ ملک کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کے لیے اقدامات کیے گئے۔ صنعتوں کی ترقی کو فروغ دیا گیا۔ زرعی شعبے میں ترقی کی رفتار بڑھانے پر توجہ دی گئی۔

اسلامی کانفرنس کے انعقاد سے دنیائے اسلام میں پاکستان کا وقار بلند ہوا۔ عالم اسلام کے ساتھ پاکستان کے تعلقات بہتر ہوئے۔ مسلم دنیا اپنی شناخت کھو رہی تھی مگر اسلامی سربراہی کانفرنس کے انعقاد سے انہیں ایک نئی شناخت ملی۔ پاکستان نے تمام اسلامی ممالک کو ایک لڑی میں پرو دیا۔ اس کانفرنس کے توسط سے مسلمانوں کے اسلامی اتحاد، تحفظ و بقا کے لیے ایک ایسا فکری و علمی مرکز ملا جس کے نتیجے میں مایوس، دکھی اور منتشر مسلمانوں کو مستحکم نظریاتی بنیاد فراہم ہوئی۔ کانفرنس سے دنیا بھر کے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ پاکستانی مسلمانوں کے فکر و نظر کو خصوصی طور پر ایک نئی جہت اور ایک نئی معاشرتی زندگی ملی۔ قومی گیتوں میں بھی ایسے خیالات کی تشہیر کی گئی کہ از سر نو استحکام اور عزم و حوصلہ پیدا ہو۔ مظلوم اور بے کس طبقے کے لیے آواز بلند کی گئی تو اظہار کو نئی زبان اور شعور حاصل ہوا۔ انفرادی و اجتماعی زندگی میں جراتِ اظہار کا اثر جھلکنے لگا۔ اردو کے ساتھ ساتھ عربی اور فارسی زبانوں کو بھی ملی نظام حیات میں ایک خاص مقام دیا گیا۔ اس طرز طریقہ سے پاکستان کے دینی اور ثقافتی روابط برادر مسلم ممالک سے مضبوط ہونے کا راستہ استوار ہوا۔ مسلمانوں کی ملی حیثیت مستحکم بنیادوں پر قائم ہوئی۔ ملت اسلامیہ کے اتحاد سے قومی گیتوں کے ذخیرہ موضوعات میں اضافہ ہوا اور گیتوں کو نیا موڑ ملا۔ اسلامی کانفرنس کے پس منظر میں تخلیق کیے جانے والے گیتوں میں الفاظ کی صناعی اور فن کاری کا دخل زیادہ دکھائی دیتا ہے۔ ان گیتوں میں اسلوب کے نئے زاویے تراشے گئے۔ تاہم اشاریت اور ایمائیت کے پردے میں اسلامی افکار و مسائل کو اس طرح سے سمویا گیا کہ عوامی سطح پر ان کا خیر مقدم کیا گیا۔ عربی اور اردو کے امتزاج کے باوجود یہ اسلوب عوامی امنگوں کا ترجمان رہا۔

حوالہ جات

۱۔ مصنف نامعلوم، لاہور اسلامی ملکوں کے سربراہوں کی تاریخی کانفرنس مسلمانوں کے عالمگیر اتحاد و اخوت کا مظاہرہ، ہفت روزہ ہلال، راولپنڈی پاکستان، آئی ایس پی آر، جلد ۱۰، شمارہ ۴۸، یکم مارچ ۱۹۷۴ء، ص: ۷

۲۔ محمد افضل تحسین، جشنِ اتحادِ اسلام حسین یادوں کا ایک حسین تاثر، ہفت روزہ ہلال، راولپنڈی پاکستان، آئی ایس پی آر، جلد ۱۰، شمارہ، ۴۹، ۸ مارچ ۱۹۷۴ء ص: ۲۲

۳۔ افتخار احمد عدنی، فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، مرتبین، ارمغانِ عالی، جمیل الدین عالی فن اور شخصیت (چند پہلو)، کراچی۔ لاہور، پاکستان رائٹرز کوا پریٹو سوسائٹی، ص ۱۷۵:

۴۔ جمیل الدین عالی، جیوے جیوے پاکستان، کراچی، فضل سنز لمیٹڈ، ۱۹۸۸ء، ص: ۴۵

۵۔ ایضاً، ص: ۴۵

۶۔ سید شبیر بخاری، تصویر عظمت، مصباح الحق صدیقی، تسنیم کوثر گیلانی، مرتبین، مشمولہ قائد اعظم کے حضور، لاہور، شہزاد پبلشر، ۱۹۷۶ء، ص:۳۷

۷۔ میاں بشیر احمد ، لے کے رہیں گے پاکستان ، مصباح الحق صدیقی، تسنیم کوثر گیلانی، مرتبین، مشمولہ قائد اعظم کے حضور، لاہور، شہزاد پبلشر، ۱۹۷۶ء، ص:۴۰

۸۔ حفیظ جالندھری ، اے قائد اعظم، شعبہ تحریک پاکستان محکمہ اطلاعات ، حکومت پنجاب، مرتب، سن ندارد، آزادی کے ترانے، مقام ندارد: جنگ پبلشر، ص:۲۷

۹۔ احمد خان احمد بنگلور، مسلم لیگ، منتخبہ نظمیں، قومی ادارہ برائے تحفظ دستاویزات، اسلام آباد، ۱۹۸۶ء، ص:۵۴

۱۰۔ حفیظ تائب، تعبیر (قومی و ملی منظومات)، القمر انٹر پرائزرز، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص:۱۰۵

۱۱۔ مظفر وارثی، باب حرم، القمر انٹر پرائزرز، لاہور، ۱۹۹۲ء ص:۱۱۲

۱۲۔ حفیظ تائب، تعبیر (قومی و ملی منظومات)، القمر انٹر پرائزرز، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص:۴۳

۱۳۔ حسن اکبر کمال، خوشبو جیسی بات کرو، آر' کے پبلشرز، کراچی، ص:۱۹

References in roman script:

1. Musannif Na Maloom.Lahore islami mulkon ke sarbarahon ki tareekhi conference Musalmanoon ke alamgir ittehaad o akhuwat ka muzahira,haft roza Halal,Rawalpindi,pakistan,ISPR,jild 10, shumara 48 yakam March 1974,P: 7
2. Mohammad Afzal Hussain,jashn –e ittehaad-e islam,Hasseen yadon ka aik Haseen tassur,haft roza Halal,Rawalpindi,ISPR,Jild 10 shumara 49,8 March ,1974,p:22
3. Iftikhar Ahmed Adni,Farman Fatah poori,dr,(Martabin),Armghan ali,Jameel-ud-Alee fun aur shakhsiyat(chand pehlu) Karachi-Lahore pakistan writers cooperative society,p: 571
4. Jameel-ud-Alee,Jeeway Jeeway pakistan, Karachi,Faizal sons ltd,1988,p: 45
5. Ibid,p: 45
6. Syed Shabir bukhari,tasweer Azmat,Misbah-ul-Haq siddiqui,Tasneem kosar gilani, (Martabin),mashmoola,Quied Azam ky huzoor,Lahore shahzad publisher 1976,p: 37
7. Miyan Basheer Ahmed.le ke rahen ge pakistan,Misbah-ul-Haq siddiqui,Tasneem kosar gilani, (Martabin), mashmoola,Quied Azam ky huzoor,Lahore shahzad publisher 1976,p:40
8. Hafeez Jullundhri,ae Quied Azam,shoba-e- tehreek e pakistan mehakma itilaat,hukoomat Punjab,(Muratab,san nadard,azadi ke tarane maqam nadarad,jung publisher,1976,p: 30

9. Ahmed khan Ahmed banglor,muslim league,muntkhiba nazmein,qaumi idaara baraye tahaffuz dastawizaat,Islamabad,1986,p: 112
10. Hafeez Taib,tabeer(Qaumi-O-Mili manzomaat) ,al qamar interprise Lahore,2003,P:105
11. Muzaffar varsi,baab haram,al qamar interprise,Lahore 1992,p:112
12. Hafeez Taib,tabeer(qaumi o mili manzomaat) ,al qamar interprise Lahore,2003,P:43
13. Husan Akbar kamala, khushbu jaisi baat karo RK publishers,Karachi,p: 19